© rasailojaraid.com

تحریکِ ہجرت

(چند خیالات)

ہندوستان سے مسلمانوں کے عرب، وحجاز اور دوسرے ممالک کو ہجرت کرنے کے واقعات تاریخ کے ہر دور میں ملتے ہیں۔ ہجرت کا یہ سلسلہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کے فتویٰ دارالحرب سے پہلے بھی جاری تھا اور بعد میں بھی جاری رہا۔ لیکن یہ ہجرتیں افراد کی یا زیادہ سے زیادہ خاندانوں کی ہوتی تھیں۔ ہندوستان سے اجتماعی ہجرت کا کوئی واقعہ ۱۹۲۰ء سے پہلے پیش نہیں آیا۔ حالانکہ مسلمانوں پر ابتلا کے دور اس سے پہلے بھی آئے تھے اور بعض اوقات کچھ علاقوں میں ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا تھا لیکن مسلمانوں میں اجتماعی ہجرت کا خیال پیدا نہیں ہوا۔ خیال آیا بھی تو اصلاحِ احوال و جہاد کا۔ البتہ اس صدی کی دوسری دہائی کے آخر میں جب مسلمان ہندوستان میں سات کروڑ سے زیادہ تھے تو ایک اجتماعی ہجرت کی تحریک پیدا ہوئی۔ یہاں اس تحریک کے بارے میں چند خیالات پیش کئے جاتے ہیں۔

دارالحرب اور ہجرت

سب سے پہلے شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ دیا تھا کسی ملک کے دارالحرب ہو جانے کے بعد وہاں سے ہجرت واجب ہو جاتی ہے۔ لیکن ہندوستان میں مسلمانوں کی تعداد اور مخصوص حالات کی بنا پر، ہجرت کو انھوں نے ضروری نہیں سمجھا یہی مسلک ان کے بعد ان تمام علماء کا رہا جو ہندوستان کے دارالحرب ہو جانے کا یقین رکھتے تھے اسی لئے انھوں نے دارالحرب ہند کے حالات بدلنے اور انقلاب برپا کرنے کا منصوبہ بنایا:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اولاً طاقت اور قوت کے ذریعے ایسٹ انڈیا کمپنی کے اقتدار کو ختم [illegible] حکومت کا تختہ الٹ دینے کا مسئلہ کو ہوا۔ اور ایک مدت تک اسی فیصلے کے مطابق کوشش کرتے رہے۔

ثانیاً جب حالات نے بار بار طاقت اور قوت کے ذریعے انقلاب لانے کی کوششوں کو ناکام بنا دیا اور [illegible] نے اس ذریعۂ انقلاب کو ناممکن ثابت کر دیا تو ہندوستان میں بسنے والی دوسری اقوام کے اتحاد سے آزادی کی تحریک شروع کی گئی۔ یہ تحریک جاری رہی تاآں کہ اگست ۱۹۴۷ء میں ملک آزاد ہو گیا۔

سنہ ۱۹۲۰ء کی ہجرت افغانستان :

سنہ ۱۹۲۰ء کی تحریک ہجرت کا تعلق ہندوستان کے دارالحرب ہونے یا نہ ہونے سے بالکل نہ تھا نہ [illegible] کسی شخص نے اپنے بیان میں ہجرت کا سبب یہی بتایا ہے۔

سنہ ۱۹۲۰ء میں مسئلہ یہ نہ تھا کہ چوں کہ ہندوستان دارالحرب ہے، اس لئے یہاں سے ہجرت کر جانی چاہیے مسئلہ یہ تھا کہ اسلامی ممالک اور خلافت ترکیہ کے بارے میں برٹش حکومت کے رویے نے ہندوستان کے مسلمانوں کو حالات کے اس مقام پر لا کھڑا کیا تھا کہ وہ اپنے غم و غصہ کے اظہار اور عالمی رائے عامہ کو برطانیہ کے مظالم اس کی وعدہ خلافیوں اور عہد شکنیوں کے خلاف ہموار کرنے کے لئے اقدام کریں اس سلسلے میں انھوں نے جو اقدام کئے ان میں وفد خلافت کا سفر یورپ، عالمی رہنماؤں سے ملاقاتیں، اخبارات میں مضامین کی اشاعت اور اندرون ملک جلسوں جلوسوں کے ذریعہ احتجاج، رائے عامہ کی بیداری، حکومت سے عدم تعاون، غیر ملکی اشیاء کا ترک استعمال وغیرہ اس پروگرام میں شامل تھے۔ چونکہ ترکی خلافت [illegible] اس کے انقطاع و غصب صرف مسلمانوں کے لئے ایک ملی اور اسلامی مسئلہ ہی نہ تھا، بلکہ [illegible] خالص سیاسی مسئلہ بھی تھا، جس سے غیر مسلم سیاسی مدبر بھی صرف نظر نہیں کر سکتے تھے [illegible] استعمار کے مخالفین خواہ دنیا کے کسی ملک میں تھے، ان کی تمام تر ہمدردیاں ترکی خلافت کے ساتھ تھیں لیکن یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ تحریک خلافت میں مسلمانوں کے خالص ملی نقطہ نظر سے شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ اس لئے عملی میدان میں ان کا تعاون حاصل کرنے اور تحریک کو موثر بنانے کے لئے سوراج کے حصول کے ایک مقصد کا اضافہ کر کے تحریک خلافت میں ان کی شمولیت کے لئے جواز پیدا کیا گیا۔ اور اس طرح تحریک خلافت کو ایک عظیم الشان تحریک بنا دیا گیا جس نے برٹش استعمار کی جڑیں ہلا دیں۔ ہندوستان کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہجرت کے سوا کسی مسلمان کو چارہ نہ تھا۔ ہجرت کا مقصد پہلے ہی سے مسلمانوں کی جمعیت کے مقاصد عالیہ میں شامل تھا۔

تحریک ہجرت، خلافت کی تحریک کے دوران میں سے موثر بنانے کے لئے ایک حربہ تھا۔ یہ تحریک کسی سنجیدہ، مدبر عالم دین نے پیش نہیں کی تھی۔ یہ شخص ایک پر جوش نوجوان، ناتجربہ کار، علم دین و سیاست سے ناآشنا، تدبر و بصیرت سے محض بے گانہ اور ایک حد تک ناعاقبت اندیشی کے دماغ کی اختراع اور اس کی زندگی کے زمانہ گرفتاری و سزایابی کا رد عمل تھا۔ لیکن ایسے اسلوب میں اس کے جواز کا فتویٰ پوچھا گیا تھا کہ کوئی عالم دین بھی دو ٹوک الفاظ میں اس کے خلاف رائے نہ دے سکتا تھا۔ اور پھر ایسے حالات میں اور ایسے پر جوش انداز میں اسے شروع کر دیا گیا کہ کوئی عالم دین اس کے خلاف سینہ سپر نہ ہو سکا۔ اس کی رہنمائی کی باگ ڈور بھی کسی مدبر اور عالم دین کے ہاتھ میں نہ تھی۔

دارالاسلام اور نظریہ متحدہ قومیت

ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کے عقیدے سے نہ متحدہ قومیت کا تعلق تھا نہ پاکستان کی مخالفت کا، دونوں میں کوئی رشتہ نہ تھا۔ عام طور پر اس بات پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا گیا کہ متحدہ قومیت کا نظریہ ہے کیا؟ یہ نظریہ اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ ہندوستان میں بسنے والے مختلف فرقوں و مذاہب کے تمام لوگ ہندوستانی ہیں۔ اور اس رشتے سے ہندوستان کی آزادی کی جنگ اور ملک کی تعمیر و ترقی اور استحکام و دفاع کی ذمہ داری میں سب برابر کے شریک ہوں گے۔ ہندوستان میں متحدہ قومیت کا نظریہ کوئی انوکھا نظریہ نہ تھا۔ یہ نظریہ بالکل اسی طرح تھا جس طرح پاکستان میں بسنے والے مذاہب مختلفہ کے لوگ وہ مسلمان ہوں یا ہندو و عیسائی ہوں یا پارسی، یہودی ہوں یا آغاخانی یا اسمٰعیلی ہوں یا قادیانی، یا مسلموں کی کوئی اور جماعت یا فرقہ ہو، سب پاکستانی ہیں۔ اور ملک کی تعمیر و ترقی اور تحفظ و دفاع کی ذمہ داریوں میں سب یکساں طور پر شریک ہیں۔ قائد اعظم کے رہنما الفاظ میں:

"ہمارے ملک میں بہت سے غیر مسلم بھی آباد ہیں: جن میں ہندو، عیسائی اور پارسی شامل ہیں، لیکن وہ سب پاکستانی ہیں اور ان تمام کو وہی حقوق اور مراعات حاصل ہوں گی جو اس ملک کے دیگر باشندوں کو حاصل ہوں گی اور یہ کہ پاکستان کی حکومت میں ان کو مکمل

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

عمل در عمل حاصل ہو گیا۔"

یہ "پالیسی کا بڑا اصول تھا" جس کی طرف بانی پاکستان نے رہنمائی کی تھی اور تمام پاکستانیوں کو ان کے حقوق و مراعات کی ضمانت صرف مملکت سے وفاداری اور شہری حقوق کی ... کی شرط پر انھیں حاصل تھی۔

یہی اصول آج دنیا کے تمام مسلمان اور غیر مسلمان ملکوں میں رائج ہے اور دنیا کے تمام دستوروں اور آئینوں کا متفقہ اصول ہے اور جہاں تک دو قومی نظریے کا تعلق ہے کہ ہندو اور مسلمان دو الگ الگ قومیں ہیں تو پھر دو ہی کیوں؟ آج دنیا کا کوئی ملک ایسا نہیں جس میں مذہبی طور پر دو چار سے زیادہ قومیں نہ بستی ہوں لیکن انھیں ملکی اور وطنی طور پر ایک اور متحدہ قوم ہی ... ہے۔ جیسا کہ پاکستان میں بھی ہے۔

رہے اختلافات! تو اختلافات تو ایک مذ... ... اور ایک ملک کے مختلف علاقوں میں بسنے والوں میں بھی ہوتے ہیں اور ایسے اختلافات کہ انھیں دور نہیں کیا جا سکتے ہیں، انھیں تسلیم کرنا پڑتا ہے آئین اور نظام مملکت میں ان کی گنجائش نکالنی پڑتی ہے۔ یہ اختلافات، زمین، زبان، تاریخ، روایات، تہذیب، تمدن، عادات، اطوار، ذوق و مزاج کے ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ علاقوں اور صوبوں کی پیداوار پر ان کا حق تسلیم کرنا پڑتا ہے اور اگر کسی ایسی پیداوار کو مرکز اپنے انتظام میں لیتا ہے تو اس صوبے کے حق (رائیلٹی) کی ضمانت دی جاتی ہے اگر کہیں ان اختلافات کو تسلیم کرنے اور حقوق کی ادائیگی سے انکار یا صرف نظر کر دیا جائے تو اس سے شدید مسائل اور خرابیاں پیدا ہوتی ہیں۔ یہ تمام اختلافات پاکستان ہی کے چاروں صوبوں میں بسنے والے مسلمانوں میں اس درجے اور فطری ہیں کہ ان کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔ حقیقت پسندی کا تقاضا تھا کہ انھیں تسلیم کیا جائے چنانچہ پاکستان کے تمام آئینوں میں ان کے حدود و خصائص کو نہ صرف تسلیم کیا گیا ہے بلکہ ان ... فروغ اور ترقی کے لئے ذرائع و وسائل کی ضمانت دی گئی ہے اس مقصد سے مختلف علمی، ادبی، تاریخی، تہذیبی، کلچرل ادارے، اکیڈمیاں، سوسائٹیاں اور بورڈ بنائے گئے ہیں جو گذشتہ چالیس سال سے اپنے "الگ الگ" امتیازات" کی بقا، فروغ، ترقی اور اشاعت و تعارف کے کام انجام دے رہے ہیں۔ کیا کسی نے سوچا ہے کہ یہ صوبوں اور علاقوں کے "امتیازات" کیا ہیں؟ جن کے بقا اور فروغ کی ضمانت دستور میں دی گئی ہے اور جن کے بارے میں حکومت کی امداد سے اب تک صدہا تصانیف شائع ہو چکی ہیں۔ سیکڑوں سیمینار، مذاکرے وغیرہ منعقد ہو چکے ہیں۔ اور ان کاموں پر کروڑوں روپے خرچ ہوتے ہیں۔ میرے خیال میں ان "امتیازات" کا اگر کوئی عنوان سوچا جائے تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"قومیت" کے سوا دوسرا کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ امتیازات ذاتی ہیں، حقیقی ہیں، فطری ہیں اور اتنے فطری ہیں کہ سندھ کبھی پنجاب اور پنجاب کبھی پختون نہیں ہو سکتا، اور بلوچستان اور پنجاب کے امتیازات جو صدیوں سے ہیں قیامت تک رہیں گے۔

ایک اصولی بات یہ ہے کہ مقدمہ میں فریقین کے دلائل نظیر نہیں بنتے بلکہ مقدمہ کا فیصلہ نظیر بنتا ہے اور اس کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ تو الناس بات کا نہ دینا چاہیئے کہ مسلمانوں کے مقدمے میں دو قومی نظریئے کا نام لیا گیا تھا۔ دیکھنا یہ چاہیئے کہ وقت اور تاریخ کے منصف کی عدالت سے ہندوستان میں نہ جانے والے مسلمانوں کو وہاں کی حکومت کا وفادار رہنے کا مشورہ دیا گیا تھا۔ اور پاکستان کے غیر مسلموں کو یہ کہہ کر مطمئن کیا تھا کہ "پاکستان کسی حالت میں مذہبی ریاست نہ ہوگا جہاں ملائے دین خدائی احکام کے نام پر حکومت کریں"۔

تاریخ کے اسی منصف کی یہ آواز بھی فضاءں میں گونجی تھی، جس میں اس نئی مملکت کی دستور سازی کا اصلی اصول موجود تھا:

"آپ آزاد ہیں اور کامل آزاد ہیں کہ اپنے مندروں میں جائیں، آپ کو پوری آزادی ہے کہ اپنی مسجدوں کا رُخ کریں یا پاکستان کی ریاست میں جو بھی آپ کی عبادت گاہیں ہیں ان میں آزادی سے جائیں آپ کا کوئی بھی مذہب، ذات یا مسلک ہو، ریاست کے امور سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوگا"۔

اسی اصول کی بنیاد پر توقع تھی کہ

"کچھ عرصہ گذرنے کے بعد ہندو ہندو نہیں رہیں گے اور مسلمان مسلمان نہیں رہیں گے کیونکہ کسی شخص کے ہندو یا مسلمان ہونے کا تعلق اس کے نجی عقیدے سے ہے"۔

ان فیصلوں سے جن اصولوں کی طرف رہنمائی ہوتی ہے وہ یہ ہیں:

۱. ریاست کا اس کے باشندوں کے مذہب سے کوئی تعلق نہ ہوگا یعنی عام لفظوں میں وہ ایک جمہوری سیکولر اسٹیٹ ہوگی۔

۲. کوئی مذہبی عقیدہ رکھنا ہر شخص کا نجی معاملہ ہوگا۔ اور کسی شخص کا مذہب کچھ بھی ہو سکتا ہے۔

۳. آئین کی نظر میں ریاست کے تمام باشندے یکساں حیثیت کے مالک ہوں گے ان میں مذہبی عقائد کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بناء پر کوئی امتیاز نہ برتا جائے گا۔

۴۔ پاکستان کا کوئی شہری خواہ اس کا مذہب کچھ ہو وہ پاکستان کی متحدہ قومیت کا ایک عنصر ہوگا۔

۶۔ ریاست کے معاملات میں ہر شخص اپنی قومی اور وطنی حیثیت یعنی پاکستانی ہونے کی حیثیت سے یکساں طور پر حصہ لے سکے گا۔ ریاست کے معاملات میں نہ کوئی شخص ہندو ہوگا، نہ عیسائی، پارسی ہوگا نہ مسلمان۔

اگر پاکستان کے مسلمان اور غیر مسلمان، سب ایک متحدہ قومیت کے یکساں عنصر بن سکتے ہیں تو یہ عمل ہندوستان میں کیوں انجام نہیں پا سکتا؟

متحدہ قومیت کے مسلمان داعی اگر ہندوستان کو متحد اور متفق رکھنا چاہتے تھے تو ملک کے سیاسی اور مسلمانوں کے اجتماعی اور ملی مفاد میں وہ ایسا چاہتے تھے ان کے نزدیک ہندوستان کے سیاسی مسئلے کا حل اتحاد میں تھا تقسیم میں نہیں، ان کے پاس اس کے لئے دلائل تھے۔ جنھیں کبھی فیس (Face) نہیں کیا گیا اور آج تک ان کی صحت اور اس کے برعکس نظریئے کی صداقت پر گفتگو کرنے اور گزشتہ بیالیس سال کے تجربات کی روشنی میں انھیں جانچنے اور پرکھنے سے پہلوتہی کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ متحدہ قومیت کے نظریے کا ہندوستان کے دارالاسلام ہونے کے عقیدے سے کوئی تعلق نہ تھا۔ متحدہ قومیت کا نظریہ موجودہ جمہوری عہد کا ایک فطری نظریہ ہے جس کو قبول کرنے سے کسی ملک کو مفر نہیں۔ دارالاسلام کی بحث کا محل دوسرا ہے

دارالاسلام کے مؤیدین

ہندوستان میں دارالحرب کے نظریے پر یقین رکھنے والا صرف دیوبندی مکتبۂ فکر کا ایک گروپ اور اہل حدیث جماعت کا ایک حصہ تھا۔ اس علاوہ ملک کے تمام علماء تمام مکاتیب فکر — خیرآبادی خانوادۂ علمی، بریلوی مکتبۂ فکر، فرنگی محل کے علماء میں مولانا عبدالحئیؒ سے لے کر مولانا عبدالباری تک، سرسید کے نام لیوا، ہندوستان کے دارالاسلام ہونے پر ایمان رکھتے تھے۔ انھیں برٹش استعمار میں کوئی خرابی نظر نہ آئی تھی۔ وہ روز و شب برٹش حکومت کے فضائل و محامد بیان کرتے تھے۔ انگریزی راج کی برکتوں کو شمار کرتے تھے اور برٹش استعمار کے قیام و استحکام اور اس کے دوام کے لئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خدا کے حضور گڑگڑا گڑگڑا کر دعائیں کرتے تھے۔ بعض حضرات کو تو انگریزی حکومت میں کوئی برائی اور مسلمان حکومت (خلافت ترکیہ) میں کوئی اچھائی نظر نہ آتی تھی۔ ملکہ وکٹوریہ کی مدح میں قصائد، جارج پنجم کی تخت نشینی کی تہنیت، حتیٰ کہ جلیاں والا باغ (امرتسر) کے ہیرو اور سینکڑوں ہندوستانیوں کے قاتل اوڈ ومقر ٹونی کی خدمت میں سپاسنامے پیش کئے جاتے تھے۔ اِن حضرات اور مکاتبِ فکر کے لئے تو ہرگز جائز نہ تھا کہ "دارالاسلام" کی حیثیت کو نظر انداز کر کے ملک کی آزادی اور قیام پاکستان کی تحریک میں سرگرم عمل ہوتے۔ اگر ہندوستان ہی "دارالاسلام" تھا تو پاکستان کے قیام کے لئے تحریک کیا معنی رکھتی تھی؟

دیوبند اور اہلِ حدیث کا انقلابی عنصر:

(۲) دیوبند اور اہل حدیث کی انقلابی جماعتوں کا جو ہندوستان کے دارالحرب ہونے پر ایمان رکھتی تھی تو ان کے لئے نہ صرف جائز بلکہ ان پر فرض تھا کہ وہ ہندوستان کی اس حیثیت کو تبدیل کرنے کے لئے سرگرم عمل ہوں بلاشبہ وہ سرگرم عمل ہوئے۔ اور اس راہ میں انھوں نے اپنی جان کی قربانیاں دیں۔ مال کا ایثار کیا، جائیدادیں ضبط کرائیں، جیلوں کو آباد کیا، زندگی کے عیش وآرام سے دستبردار ہوئے۔ جلا وطنی کی زندگی اختیار کی، اور اسی حالت میں وطن سے دور غیر ملکوں میں پیوندِ زمین ہوگئے کالے پانی کی سزائیں بھگتیں، جزائر انڈمان کو آباد کیا اور وہیں کی مٹی میں مل کر خاک ہوگئے۔ ان کے سامنے مقصد یہ تھا کہ:

۱۔ غیر ملکی اقتدار سے ملک کو نجات دلائی جائے اس کے لئے انھوں نے انیسویں صدی کے آغاز سے لے کر ۱۹۴۷ء تک جدوجہد کو جاری رکھا۔

۲۔ ابتداء میں ان کے سامنے فرقہ وارانہ مسئلہ نہ تھا۔ صرف ملک کی آزادی ان کا نصب العین تھا بعد میں انھیں اندازہ ہوا کہ ملک کی آزادی میں خود فرقہ وارانہ مسئلہ رکاوٹ ہے اور اسے ہرگز نظر انداز نہ کر دینا چاہیئے۔

۳۔ یہ احساس صرف مسلمانوں ہی کو نہ ہوا بلکہ غیر مسلم بھی اس نتیجے پر پہنچے۔ چنانچہ نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ عیسائی، پارسی، ہندو، قادیانی رہنماؤں نے بھی تقسیم ملک کی تجاویز پیش کیں۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصل اور بنیادی تجویز "ملک کی تقسیم" سب کی ایک تھی۔ فروع میں اختلاف ہوا کہ یہ عمل کیونکر اور کس طرح انجام پائے۔

۴۔ اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ تقسیم ملک کی تجویز کوئی فرقہ وارانہ تجویز نہ تھی، اسلام سے اس کا کوئی تعلق نہ تھا یہ مسئلے کا ایک خالص سیاسی حل تھا۔

۵۔ ایک ایسی تجویز کہ جس کے مجوزین میں مسلمانوں سے زیادہ غیر مسلمان مدبر موجود ہوں وہ فرقہ وارانہ یا اسلامی تجویز کیونکر ہوسکتی ہے۔

۶۔ اس پر اس انداز سے بھی نظر ڈالنی چاہیئے کہ جس طرح اس کے مجوزین و موئدین میں مسلمان اور غیر مسلمان سب شامل تھے۔ اس طرح اس کے مخالفوں اور نکتہ چینوں میں بھی بلاتفریق مذہب مسلمان اور غیر مسلمان سب شامل تھے۔

۷۔ پس جس طرح کسی مسلمان مجوز موئید کی وجہ سے کسی چیز کو اسلامی قرار نہیں دیا جاسکتا، ٹھیک اسی طرح اس کی مخالفت کو غیر اسلامی فعل اور اسلام سے خلاف عمل کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے اور اس عمل کے لئے کسی مسلمان شخصیت یا جماعت کو کیونکر مطعون کیا جاسکتا ہے۔

۸۔ فرض کر لیجئے کہ تقسیم ملک کی تجویز کی مخالفت غیر اسلامی اور قابل مذمت فعل تھا تو یہ بھی تسلیم کر لینا چاہیئے کہ ہندوؤں، عیسائیوں، پارسیوں، قادیانیوں کی حمایت تقسیم ملک اور تائید قیام پاکستان خالص اسلامی عمل اور شرعی فعل تھا جو اس سے مجاہد اور موئید بجالائے تھے اور برٹش استعمار آل انڈیا کانگریس کمیٹی، ہندو سبھا، سکھ لیگ وغیرہ کا پاکستان تسلیم کرلینا نہایت مستحسن فعل تھا جس سے لئے ان کا شکر گذار ہونا چاہیئے اور ان کا نام محسنین پاکستان کی فہرست میں لکھ لینا چاہیئے کہ یہی جماعتیں پاکستان کے قیام میں رکاوٹ تھیں اور جب انھوں نے حقیقت اسلامیہ و شرعیہ کے سامنے تسلیم و رضا کا سر جھکا دیا تو رکاوٹ دور ہوگئی اور پاکستان کا قیام ممکن ہوگیا۔

اس گفتگو سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے دارالحرب ہونے سے پاکستان کی مخالفت کا کیا تعلق تھا۔ تاریخ کے ایک واقعے کو رونما ہو چکا ہے بسیدھے سادھے انداز اور صاف لفظوں میں تسلیم کر لینا چاہیئے۔ تقسیم ملک اور قیام پاکستان کی تجویز ملک کی تحریک آزادی کے ایک خاص

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مرحلے میں ہندوستان کے فرقہ وارانہ مسئلے کا ایک حل کے طور پر سامنے آئی تھی مختلف اسباب و دلائل سے اس کی مخالفت ہوئی، مختلف وجوہ سے اسے تسلیم کرلیا گیا ایسا نہ تھا کہ پہلی تحریک تقسیم ملک کی تھی اور دوسری ہندوستان کی آزادی کی ۔ ترتیب یہ تھی:

۱۔ ہندوستان کی مکمل آزادی ـــــ متحدہ ہندوستان کی شکل ۔

۲۔ ہندوستان کی مکمل آزادی ـــــ لیکن فرقہ وارانہ مسئلے کے حل کے لئے تقسیم ملک کی تجویز کے ساتھ

دونوں صورتیں ہندوستان کی آزادی اور اس کے تمام مسائل کے حل کے لئے تھیں اور بلا تفریق مذہب و ملت دونوں تحریکوں کے پیچھے ملک اور بیرونِ ملک کے مدبر اور سیاست داں تھے کفر واسلام سے ان کا کوئی تعلق نہ تھا۔

فتویٰ دارالحرب اور قیام پاکستان کی تحریک :

اگر دوسری تجویز اور قیام پاکستان کی تحریک خالص مسلمانوں کے اجتماعی مفاد کی تحریک تھی تو بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس تحریک کو اختتام تک پہنچانے اور کامیابی سے ہمکنار کرنے میں ہندو مہاسبھا، کانگریس اور انگریزوں کا بھی اتنا ہی حصہ ہے۔ جتنا مسلم لیگ کا ۔ برصغیر کی آزادی خواہ وہ آزاد ہندوستان کی شکل میں ہو یا پاکستان کے قیام کی صورت میں، درحقیقت تحریک آزادی کا ثمر شیریں ہے ۔ اگر آزادی کی تحریک نہ چلتی تو برصغیر آزاد نہ ہوتا اور پاکستان کا قیام بھی عمل میں نہ آتا ۔ آزادی کی تحریک کی بنیاد ہندوستان کے دارالحرب ہوجانے کا عقیدہ تھا ۔ اس لئے دیوبندی مکتبہ فکر کی انقلابی جماعت کو بہ شمول اہلِ حدیث انقلابیوں کے جو ہندوستان کو دارالحرب مانتے تھے اور اسی لئے برٹش استعمار کو بہر صورت ختم کردینا اور حکومت کا تختہ الٹ دینا ان کا نصب العین بنا ۔ خواہ انقلابی عمل کے ذریعے سے ہو خواہ آئین کے دائرے میں رہ کر جدوجہد کے ذریعے سے ہو، جس کا ثبوت دونوں جماعتوں نے تحریک کے ہر دور میں دیا، ہر دو طریق سے دیا تھا، پاکستان کے محسنوں میں شمار کیا جانا چاہیئے ۔ نہ کہ ان حضرات کو جو انگریزوں کو مسلمانوں کا اولوالامر مانتے تھے ان کی اطاعت کو مثل اطاعتِ خدا و رسول اور امیرالمومنین و خلیفۃ المسلمین کے قرار دیتے تھے ، جن کے عقیدے میں ہندوستان نے برٹش استعمار کے عہد میں بھی حسبِ عہد حکومتِ مغلیہ بدستور "دارالاسلام" تھا ۔ اگر ہندوستان دارالاسلام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھا اور برٹش حکام اولوالامر تھے اور ان کی اطاعت مسلمانوں پر از روئے شریعت فرض تھی، تو اس سے روگردانی اور آزادی اور قیام پاکستان کی تحریک میں حصہ لینے والے اسلامی باغی اور خروج کرنے والے (خارجی) قرار پائیں اور لائق تعزیر ٹھہریں گے نہ کہ قابل ستائش۔

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پاکستان کی تحریک کی حمایت یا اس کی مخالفت کا دارالحرب اور دارالاسلام کی بحث سے کوئی تعلق نہ تھا۔

ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا فتویٰ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے دیا تھا اگر فتویٰ دارالحرب کی مذہبی اصطلاحوں سے قطع نظر کر لیا جائے یہ تو ہندوستان کی آزادی کی تحریک کا اوّلین اعلان یا چارٹر تھا۔ یہی اعلان تحریک پاکستان کی بنیاد بننے کے لائق تھا۔ اس لئے کہ اگر ہندوستان پر انگریزوں کا اقتدار غلط تھا، قبضہ غاصبانہ تھا، ہندوستان کی سیاسی حیثیت بدل گئی تھی اور مذہبی اصطلاح میں وہ دارالحرب ہو گیا تھا۔ تو آزادی کی تحریک بھی جائز تھی اور پاکستان کی تحریک کا قانونی جواز بھی تھا اور اگر ہندوستان انگریزوں کے قبضے کے باوجود "دارالاسلام" تھا تو کم از کم ایک مسلمان کے لئے ہرگز جائز نہ تھا کہ برٹش استعمار کے خلاف ملک کی آزادی کی جدوجہد میں حصہ لے۔

موجودہ ہندوستان — دارالحرب یا دارالاسلام :

موجودہ ہندوستان سیکولر اسٹیٹ ہے۔ لیکن روس کے سیکولرازم سے جس کی بنیاد مذہب کی نفی پر ہے، اس کا کوئی تعلق نہیں ہندوستان کے سیکولر ہونے کے معنی صرف یہ ہیں کہ مملکت کا کوئی مذہب نہیں لیکن آئین میں اسٹیٹ کے باشندوں کے اختیار مذہب کے حق کو تسلیم کیا گیا ہے۔ مذہبی حقوق کو تحفظ دیا گیا ہے عقیدے کی آزادی ہے، ہر شخص کو اپنے عقیدے کے مطابق زندگی گذارنے، مذہبی احکام بجالانے اور مذہبی روایات پر عمل پیرا ہونے کی آزادی کی ضمانت دی گئی ہے۔ اسٹیٹ کے آئین کے تحت مذہب اور عقیدے کی جو آزادی دی گئی ہے یہ از قسم رعایت نہیں بلکہ اسٹیٹ کے باشندوں کا حق تسلیم کیا گیا ہے اگر اس حق آزادی میں کسی شخص کا رویہ، حکومت کا کوئی فیصلہ یا کسی قانون کی کوئی شق یا دفعہ رکاوٹ بنے گی تو شخص کا رویہ، حکومت کا فیصلہ اور قانون کی وہ شق تبدیل کی جائے گی موجودہ ہندوستان میں مذہب اور عقیدے کی آزادی کا یہ ایسا حق ہے، جس کے خلاف کوئی قانون سازی نہیں ہو سکتی اگر کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

وجہ سے ایسا کوئی قانون بن بھی جائے تو وہ ہندوستان کی شہری کی عقیدے کی آزادی اور حق اختیار مذہب کے خلاف قرار پائے گا۔ اور اسے تبدیل کرنا پڑے گا۔ حکومت کو کسی شہری کے عقیدے مذہبی عمل یا مذہبی روایات میں مداخلت کا اختیار نہیں ہے اور اس بات کا فیصلہ کرنا کہ عقیدہ کیا ہے اور مذہب، مذہبی عمل اور روایت کیا ہے اور کیا نہیں۔ اس مذہب کے ماننے والے کریں گے نہ کہ حکومت یا اس کا کوئی ادارہ۔

انگریزی عہد میں مذہبی اعمال بجالانے کی ملک کے باشندوں کو جو آزادی تھی وہ انھیں حق کے طور پر حاصل نہ تھی۔ بہ طور رعایت کے تھی اختیار اور اقتدار انگریز بہادر کا تھا۔ موجودہ ہندوستان میں اس کے باشندوں کو عقیدے اور مذہب کی آزادی بہ طور رعایت کے نہیں بطور حق کے حاصل ہے اب ہندوستان کا ہر شہری خواہ وہ کسی مذہب یا فرقے سے تعلق رکھتا ہو اختیار و اقتدار کا مالک ہے۔ اور آئین کے مطابق سیاسی عمل میں حصہ لے کر وہ حکومت کے اعلیٰ سے اعلیٰ منصب تک پہنچ سکتا ہے

انگریز کے عہد اقتدار اور آزاد ہندوستان کی حیثیت میں زمین و آسمان کا فرق ہے پہلے تاج برطانیہ کے مفاد اور مرضی کے مطابق ملک کے عوام کے حقوق و مفادات، ان کی خواہشات اور ان کی آزادی کو قربان کر دیا جاتا تھا۔ اب ملک کے عوام کے حق آزادی اور اقتدار کے احترام میں وقت کی بڑی سے بڑی طاقت اور شہنشاہیت کو جھکنا پڑتا ہے۔

برٹش دور حکومت میں ہندوستان کے دارالحرب ہونے کا تعلق ان کے اقتدار و اختیار سے تعلق رکھتا تھا انھیں اختیار تھا کہ وہ جو قانون چاہیں بنائیں اور جس طرح چاہیں نافذ کریں انھیں اختیار حاصل تھا کہ کسی مذہب کے کسی حکم کو اپنے قانون سے معطل کر دیں۔ ان کے اس اختیار کی سیکڑوں مثالیں موجود ہیں۔ ان کے اسی اختیار و اقتدار کے عمل و نفوذ کی بنا پر ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا گیا تھا آزاد ہندوستان کے اختیار کا سرچشمہ مذہب اور عقیدے سے امتیاز کے بغیر اس کے آئین کے مطابق ہندوستان کے عوام ہیں۔ اب ٹھیک جس طرح ایک غیر مسلم ہندوستان کے بارے میں دعویٰ کر سکتا ہے کہ ہندوستان اس کا ہے۔ بالکل اسی طرح مسلمان یا کسی اور مذہب کو ماننے والی چھوٹی سے چھوٹی جماعت کا فرد پکار کر کہہ سکتا ہے کہ ہندوستان اس کا ہے۔ اس لئے کہ آئین میں مذہب اور عقیدے کی آزادی کا اصول یہ ہے:

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

"تمام ملتوں کو جس سے قوم ہند مرکب ہے۔ کامل مذہبی آزادی یعنی آزادیٔ عقائد، عبادت، تبلیغ، اجتماع اور تعلیم حاصل ہوگی اور یہ آزادی ایک ایسا آئینی حق ہوگا، جس کی ترمیم، تنسیخ، معطلی یا اس میں کسی نوع کی مداخلت کسی حکومت کے لئے جائز نہ ہوگی۔"

"ان یکساں حقوق ہی کی طرح ملک کے دفاع اور آزادی کی حفاظت بھی سب پر ایک ہی طرح فرض ہوگی اور ہر ہندوستانی کا، عام اس کے کہ وہ ہندو ہو مسلمان یا سکھ یا پارسی یا اور کسی مذہب کا پیرو، یہ مقدس فرض ہوگا کہ وہ بیرونی یا اندرونی حملے کی صورت میں سوراج کی حفاظت کرے گا۔"

موجودہ ہندوستان میں مسلمان اور دیگر تمام مذاہب کے ماننے والے ہر طرح کی آزادی کے یکساں حق دار، اختیارات میں برابر کے شریک اور ملک کے دفاع کے اور آزادی کے تحفظ میں برابر کے ذمہ دار ہیں ان کی اجازت اور مرضی کے بغیر آزاد ہندوستان کی عظمت کے ہیکل میں تبدیلی نہیں کی جا سکتی۔ ہندوستان کی کسی اقلیت یا اکثریت کا مسلمانوں کے خلاف کچھ بھی رویہ ہو لیکن ان کی اہمیت اور ان کا اعتبار یہ ہے کہ ان کی مرضی کے خلاف ہندوستان کی عظمت کے ضامن اس کے آئین میں ایک جملہ تو کیا ایک کاما اور فل اسٹاپ کی جگہ بھی نہیں بدلی جا سکتی۔ اگر آج عملی زندگی میں مسلمانوں کو یا کسی دوسری مذہبی اقلیت کو مشکلات کا سامنا ہے یا ان کے جائز حقوق کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے تو یہ آئینی اور قانونی طور پر نہیں ہوتا بلکہ یہ قطعًا غیر آئینی فعل ہوتا ہے۔ اور اس کی وجہ حکومت کے غلط کار رجحان یا سوسائٹی کے روایت شکن اور قانون دشمن ہوتے ہیں۔ اس کا تعلق آئین کی خرابی سے نہیں۔

بر ایں انقلاب حالات اب ہندوستان دار الحرب تو ہرگز نہیں لیکن اسے دار الاسلام بھی قرار نہیں دیا جا سکتا، وہ دار الامن بھی نہیں اس لئے کہ دار الامن در اصل دار الحرب ہی کا ایک درجہ یا غیر مسلم اقتدار کی ایک خوبی ہے موجودہ ہندوستان کے لئے ہمیں کوئی نئی اصطلاح تلاش و وضع کرنی چاہیے۔

(جاری ہے)

© rasailojaraid.com